جناب عطا محمد جنجوعہ (سرگودھا)

نظریۂ پاکستان کا تاریخی ارتقاء

رہبرِ دو عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر سوا لاکھ فرزندانِ توحید کے سامنے تعلیماتِ اسلامیہ کے جامع اور ابدی اہمیت کے نکات پیش فرماتے۔ آپ نے اختتام پر حاضرین کو حکم دیا "دیکھو جو لوگ موجود ہیں، وہ ان لوگوں کو، جو موجود نہیں ان کی تبلیغ کرتے رہیں" صحابہ کرام اسلام کی تبلیغ کے لیے دُنیا کے کونے کونے میں پھیل گئے۔ شمع رسالت کے جانثار پروانے اسلام کا عادلانہ و منصفانہ نظام لے کر صحرائے عرب سے ہندوستان تشریف لائے۔ اس وقت ہندوستان کے لوگ بتوں کو خدا کا مقرب جان کر ان کی پرستش کرتے تھے۔ ہندوؤں میں طبقاتی تقسیم تھی۔ مسلمانوں نے مقامی باشندوں کو خدا کی وحدانیت کا درس دیا۔ رہبرِ کامل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہنمائی کو دین و دنیا کی فلاح و کامیابی کا ذریعہ بتایا۔ اچھے برے اعمال پر روزِ جزا و سزا کا تصور پیش کیا، عربی، عجمی اور غریب امیر کا نسلی امتیاز مٹا دیا۔ اسلام کی تبلیغ سے ہندوؤں کی معاشرت اپنے داخلی تضادات کی بنا پر اسلامی اخوت و محبت کے سامنے سرنگوں ہو گئی۔ رفتہ رفتہ لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہونا شروع ہو گئے۔ ۷۱۲ء میں محمد بن قاسم نے برصغیر پاک و ہند میں اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی۔ ہندوؤں نے اقتدار حاصل کرنے کے لیے جنگیں لڑیں مگر ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ ہندو راجے مہاراجے اور برہمن اسلام کے فروغ کو اپنی جاہ و حشمت کے لیے خطرہ سمجھتے تھے۔ ۱۳۹۸ء میں امیر تیمور کے عہد میں تبلیغِ اسلام کی سرپرستی ترک کر دی گئی۔ ملک میں سیاسی عدمِ استحکام پیدا ہو گیا۔ عجمی اور بھگتی تحریکوں نے جنم لیا۔ عجمی تحریک نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر من گھڑت رسوم و رواج کو فروغ دے کر شرک و بدعت کو تقویت پہنچائی۔

اسلامی تہذیب و تمدن پر عجمی ثقافت کی ملمع سازی کی گئی۔ ہندوؤں نے میدانِ جنگ میں مسلسل ناکامیوں سے تنگ آکر بھگتی تحریک چلائی جس کا مقصد ہندومت اور اسلام کی آمیزش سے ہندوستان میں مخلوط تہذیب بنانا تھا تاکہ اسلام کے اصول و ضوابط کو اندر سے کھوکھلا کر دیا جائے۔ اسلامی تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے نام نہاد مسلمان بھی اس تحریک کے قائل ہو گئے۔ تاہم علمائے حق کی مزاحمت سے ہندو اسے مسلمانوں میں مقبول نہ بنا سکے۔ جب مغلوں کا دور شروع ہوا تو ہندوؤں نے اسلامی اثر و رسوخ کی حوصلہ شکنی کرنے کے لیے مسلمان حکمرانوں سے تعاون شروع کر دیا تاکہ اپنے ناپاک عزائم کو بروئے کار لا سکیں۔ اکبر بادشاہ دینی جہالت کی بنا پر ان کے دامِ فریب میں آگیا۔ اس نے مختلف مذاہب کی کھچڑی تیار کر کے دینِ الٰہی کو ملک میں بالجبر نافذ کر دیا۔ مسلمانوں نے اس کی مخالفت شروع کر دی۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی مجاہدانہ کوشش نے بالآخر اس فتنہ کو نیست و نابود کر دیا۔ اسلامی تہذیب و تمدن کو مسخ کرنے کی ہندوؤں کی یہ کوشش بھی ناکام ثابت ہوئی۔

اورنگ زیب نے اپنی بے مثال جرأت، ہمت اور بالغ نظری سے ہندو تہذیب کے فروغ اور سیاسی برتری حاصل کرنے کی تمام کوششوں کو دبا دیا، لیکن اس کے جانشین نااہل، عیش پرست اور خواہشاتِ نفسانی کے پجاری ثابت ہوئے۔ ان کی بے ہمتی کی بنا پر مرکزی حکومت برائے نام رہ گئی۔ ہندو اور سکھ بہت سے علاقوں پر قابض ہو گئے اور مسلمانوں کو ظلم و ستم کا نشانہ بنا لیا۔ انگریز جو تجارتی غرض سے ہندوستان آئے تھے ان کا عمل دخل بھی بڑھ رہا تھا۔

بھگتی عجمی تحریکوں اور دینِ الٰہی کے فتنہ کو اگرچہ مسلمانوں میں مقبولیت حاصل نہ ہوئی تاہم ان کے اثرات مسلمانوں میں سرایت کر گئے۔ رفتہ رفتہ مسلمان دینی تعلیم سے دور ہو گئے۔ مسلمانوں کے عقائد و عبادات، اخلاق و آداب اور شادی و غم میں غیر شرعی رسوم و رواج داخل ہو گئے اور وہ نفسانی خواہشات کے غلام بن کر رہ گئے۔ تاریخ کے اس نازک موڑ پر حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے تبلیغ و تصنیف کے ذریعے مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرایا۔ قرآن و حدیث کا ترجمہ کر کے مسلمانوں کو اس پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دی۔ مشرکانہ رسوم و رواج اور عادات و خصائل کو ترک کر دینے کی ترغیب دی۔ شاہ ولی اللہ نے احمد شاہ ابدالی کو ہندوستان پر حملہ کرنے کی

دعوت دی۔ احمد شاہ ابدالی نے پانی پت کے میدان میں مرہٹوں کو زبردست شکست دی۔ لیکن نام نہاد مسلم حکمرانوں نے کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔ تاہم شاہ ولی اللہؒ نے مسلمانوں میں فکر و عمل کا جو انقلاب پیدا کیا تھا اس کو عملی جامہ پہنانے کے لیے آپ کی وفات کے بعد سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ نے ہندوستان میں اسلامی مملکت کی تشکیل کے لیے عوامی سطح پر منظم جہاد کا اعلان کیا۔ تاریخ کے اس دور میں سکھ مسلمانوں سے انسانیت سوز سلوک کر رہے تھے۔ چنانچہ سب سے پہلے آپ نے پنجاب کی سکھ حکومت سے ٹکر لی۔ ابتداء میں آپ کو بے حد کامیابی ہوئی۔ وہاں آپ نے اسلامی شریعت کے مطابق قوانین کا نفاذ کیا، لیکن غداروں نے مسلمانوں کے اندر ہی اس تحریک کو کھوکھلا کر دیا۔ بالآخر سید احمد و شاہ اسمٰعیل اپنے جانثار ساتھیوں سمیت شہید ہو گئے۔ اس کے بعد انگریزوں کا ہندوستان کے بیشتر علاقوں پر تسلط بڑھتا گیا۔ انہوں نے مقامی لوگوں پر بے پناہ ظلم و ستم کرنا شروع کر دیا۔ ۱۸۵۷ء میں اہلِ ہند انگریزوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور آزادی حاصل کرنے کے لیے اعلانِ جنگ کر دیا۔ غیر منظم تحریک ہونے کی بنا پر یہ جنگ آزادی ناکام ثابت ہوئی اور انگریز پورے ہندوستان پر قابض ہو گئے۔

ہندوؤں نے انگریزوں سے تعلقات استوار کر لیے اور حکومت کے اہم عہدوں پر تعینات ہو گئے۔ مسلمانوں سے دیرینہ عداوت برقرار رکھی۔ اردو، ہندی کا تنازعہ کھڑا کر دیا تاکہ اردو کو ختم کیا جائے، کیونکہ اس کا رسم الخط قرآنی رسم الخط سے ملتا ہے۔ آریہ سماج تحریک چلائی جس کا مقصد ایسے غیر ہندوؤں کو ہندو بنانا تھا جو کبھی ہندو رہ چکے تھے دوم جو نسلاً ہندو نہ تھے ان کو ملک بدر کرنا تھا۔ ان دونوں تحریکوں نے ہندوؤں کو باہم منظم بنا دیا۔ انہوں نے ۱۸۸۵ء میں انڈین نیشنل کانگرس تشکیل دی جو پورے ہندوستان کی نمائندگی کی دعویدار تھی۔ انگریزوں کو ہندوستان پر قبضہ جمانے میں بنگال، حیدر آباد کی مسلم حکومتوں کی طرف سے مزاحمت کا سامنا ہوا تھا۔ اسی بنا پر ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کو انگریزوں نے مسلمانوں کی ایک اور کوشش تصور کیا۔ انگریزوں نے برسر اقتدار آکر مسلمانوں کو ہی ظلم و ستم کا نشانہ بنایا۔ اعلیٰ و ادنیٰ ملازمتوں کے دروازے ان پر بند کر دیے۔ منتخب اداروں میں نمائندگی سے محروم رکھا۔ انگریزوں نے اسلامی تہذیب و تمدن، ثقافت و معاشرت اور دین اسلام سے لگاؤ ختم کرنے کے لیے شعبۂ تعلیم کو ذریعہ بنایا۔ لارڈ میکالے نے

نظام تعلیم میں قرآن و حدیث کو شامل نصاب نہ کیا، تاکہ مسلمانوں کو اسلامی روح سے برگشتہ کیا جا سکے۔ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے جانشین جو پہلے ہی انگریزوں کے خلاف سرگرم عمل تھے انہوں نے ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا۔ مسلمانوں کے جذبات مشتعل ہو گئے اور انگریزوں کے خلاف نفرت میں اضافہ ہوا۔ انگریزوں نے ملتِ اسلامیہ میں پھوٹ ڈالنے کے لیے مرزا غلام احمد کو کھڑا کیا، جس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ انگریزوں نے اس سے اعلان کرایا کہ جہاد حرام ہو چکا ہے۔ مرزا غلام احمد نے اپنی جماعت کو یہ نصیحت کی:

"میری نصیحت اپنی جماعت کو یہی ہے کہ وہ انگریزوں کی بادشاہت کو اپنے اولی الامر میں داخل کریں، دل کی سچائی سے اُن کے مطیع رہیں۔"

علمائے حق نے اس پر اور اس کے ماننے والوں پر کفر کا فتویٰ دیا۔ اس طرح انگریز مسلمانوں کے جذبۂ جہاد کو سرد نہ کر سکے۔ علمائے حق بدستور صادقپور، بنگال، پٹنہ میں انگریزوں کے خلاف لڑتے رہے۔ انگریزوں نے اسلام کے مجاہدین پر مقدمے چلا کر پھانسی پر لٹکایا، باقی ماندہ کو دریائے شور کی سزائیں دیں۔ سر سید احمد خاں نے مسلمانوں اور انگریزوں کے درمیان مفاہمت کی راہ ہموار کی، انہوں نے علیگڑھ کالج قائم کیا جہاں مسلمانوں کو جدید تعلیم کے علاوہ دینی تعلیم بھی دی گئی۔ سر سید نے جداگانہ قومیت کا تصور پیش کیا، ہندوؤں کی مذہبی تعصبانہ تحریکوں نے اور بنگال کی تقسیم کے خلاف ہندوؤں کے احتجاج نے مسلمانوں میں یہ احساس پیدا کر دیا کہ وہ اپنے حقوق و مفادات کی نگہداشت کے لیے سیاسی تنظیم قائم کریں۔ اس مقصد کے لیے ۳۰ دسمبر ۱۹۰۶ء کو ڈھاکہ کے اجلاس میں آل انڈیا مسلم لیگ کی بنیاد رکھی گئی۔ محمد علی جناح ۱۹۱۳ء میں مسلم لیگ کے رکن بن گئے، آپ کی کوشش سے ۱۹۱۶ء میں معاہدہ لکھنؤ کے تحت کانگرس نے مسلم لیگ کو مسلمانوں کی واحد تنظیم تسلیم کر لیا۔ علامہ اقبال نے اپنی شاعرانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر مسلمانوں کو اسلاف کی عظمتِ رفتہ یاد دلائی، ملتِ اسلامیہ کا تصور پیش کیا۔ مغربی تہذیب پر اسلام کی برتری ثابت کی۔ مسلمانوں کے ملی و قومی تشخص کو اجاگر کیا۔ جداگانہ قومیت کا احساس اور اسلامی ریاست کی تڑپ پیدا کی۔

حکومتِ برطانیہ نے ہندی مسلمانوں سے حسبِ وعدہ ترکی اور اسلامی مقدس مقامات کے تحفظ کے متعلق اپنے وعدے نظر انداز کر دیے تو ہندوستان میں مولانا محمد علی جوہر کی قیادت میں تحریکِ خلافت شروع ہوئی جس نے مسلمانوں میں از سرِ نو ایمان کی حرارت پیدا کی۔

مسلمانوں کے دل میں انگریزوں کے خلاف شدید نفرت کے جذبات پیدا ہو گئے۔ علماء دین کو انگریزوں نے گرفتار کر کے مالٹا کے جزیرے میں قید کر دیا۔ اس تحریک خلافت نے برطانوی حکومت کی جڑیں ہلا دیں۔ مسلم لیگ کے فکر و عمل میں انقلاب پیدا کر دیا۔ مسلم لیگ مسلمانوں کے حقوق و مفادات کا تحفظ کرنے والی آزاد تنظیم بن گئی۔ محمد علی جناح نے انگریزوں اور ہندوؤں سے مذاکرات جاری رکھے۔ نہرو رپورٹ میں جداگانہ انتخاب کی بجائے مخلوط انتخابات رائج کرنے کی سفارشات دیکھ کر محمد علی جوہر نے یکم جنوری ۱۹۲۹ء کو دہلی میں ہندوستان کی تمام مسلم جماعتوں کی کانفرنس بلالی جو اپنے اپنے لائحہ عمل کے مطابق انگریزوں کے خلاف سرگرم عمل تھیں۔ اس کانفرنس میں مسلمانان ہند نے اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے متفقہ قرارداد کے ذریعے آواز بلند کرنے کا فیصلہ کیا۔ قائد اعظم نے مارچ ۱۹۲۹ء میں مسلم لیگ کونسل کا اجلاس دہلی میں بلایا۔ مسلمانوں کے حقوق و مفادات کے لیے چودہ نکات پیش کیے جو تمام مسلم جماعتوں نے منظور کر لیے۔ کانگریس نے زبردست مخالفت کی۔ ہندوؤں کے ناپاک عزائم دیکھ کر ۱۹۳۰ء میں الہ آباد کے مقام پر مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے علامہ اقبال نے اعلان کیا کہ ہندوستان میں مختلف قومیں آباد ہیں۔ جن کا مذہب، رہن سہن ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ مسلمان ہر لحاظ سے ایک الگ اور منفرد قوم ہے۔ ہندوستان میں انگلستان کی طرح ایک قوم آباد نہیں۔ آپ نے کانگرس کے دعوای کی تردید کی کہ ہندوستان میں ایک قوم آباد ہے۔ ہندوستان میں امن و امان اور استحکام کے لیے ضروری ہے کہ:— "ہندوستان کے اندر ایک مسلم ہندوستان پیدا کیا جائے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ پنجاب، صوبہ سرحد، سندھ اور بلوچستان کو ملا کر ایک ریاست بنا دیا جائے"، تاکہ مسلمان آزاد ریاست میں اسلامی اصول و ضوابط کے مطابق زندگی گزار سکیں۔ چوہدری رحمت علی نے نئی آزاد مسلم ریاست کے لیے "پاکستان" کی دلآویز ترکیب وضع کی۔ ۱۹۳۷ء کے صوبائی انتخابات میں کانگرس کو کامیابی ہوئی۔ ہندوستان کے گیارہ صوبوں میں کانگریسی حکومتیں قائم ہو گئیں۔ کانگریسی راج میں پنڈت نہرو نے مسلم رابطہ عوام مہم شروع کی، جس کا مقصد مسلمانوں کے ساتھ براہ راست تعلق قائم کر کے مسلم لیگ سے ہٹا کر کانگریس کے زیر اثر لانا تھا تاکہ مسلمان کانگرس کے متحدہ قومیت کے فلسفہ کو تسلیم کر کے علامہ اقبال کے

نظریۂ پاکستان کو فراموش کر دیں اور مسلمانوں کی داخلی تنظیمیں داخلی انتشار کا شکار ہو کر مدھم پڑ جائیں۔ نتیجتاً مسلمانوں کو تہذیبی طور پر غلام بنا لیا جائے۔ کانگریس نے اس مہم پر کافی روپیہ خرچ کیا مگر مسلمان راہنماؤں نے مدلل انداز میں مخالفت کی۔

کانگریس نے ہندو اکثریت کے صوبوں میں اسلامی تہذیب کو مٹا کر ہندوانہ تہذیب کو مسلط کرنے کے لیے مسلم کش اصلاحات نافذ کر دیں۔ اسلامی تہواروں اور مذہبی عبادات میں مداخلت شروع کر دی۔ مسلمانوں کو ملازمتوں سے سبکدوش کر دیا۔ سرکاری عمارتوں پر کانگریس کا جھنڈا لہرایا۔ مسلمانوں کے دل و دماغ سے اسلامی فکر و عمل غائب کرنے کے لیے نئی تعلیمی پالیسی تشکیل دی۔ سکول کو مندر کا نام دیا گیا۔ بندے ماترم کو قومی ترانے کی حیثیت دی گئی۔ ہندو اور مسلمان بچوں کے لیے گاندھی کی مورتا پوجنی اور دھوتی باندھنی لازمی کر دی گئی۔ ہندو مسلم سارے بچوں کے لیے یکساں نصاب رائج کیا گیا، تاکہ مسلمان بچے اپنا رشتہ صرف اور صرف ہندوستان کی سرزمین سے رکھیں تاکہ ان کے دل سے اسلاف کی عظمت و بزرگی اور دینی مراکز مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سے وفاداری ختم ہو جاتے۔ ہندو مسلم اکابر کا امتیاز مٹ جاتے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رشتہ ٹوٹ کر ہندوستان کے اکابر سے پیوستہ ہو جاتے۔ کانگریس کی مسلم کش اصلاحات سے مسلمانوں میں یہ احساس پختہ ہو گیا کہ اگر خدانخواستہ ہندو اکثریت ان پر دائمی مسلط ہو گئی تو اسلامی تہذیب و تمدن مسخ ہو جائے گی۔ علامہ اقبال نے خط کے ذریعے قائدِ اعظم کو مشورہ دیا کہ مسلمانوں کی اپنی جداگانہ ریاست ہو اور اس میں نظامِ شریعت کا نفاذ ہو تو اس سے مسلمانوں کی سیاسی اور اقتصادی زندگی درست ہو سکے گی۔ چنانچہ قائدِ اعظم نے مسلم لیگ کی تنظیمِ نو کا کام تیز تر کر دیا۔ مسلم لیگ کے ممبروں کی تعداد دن بدن بڑھتی گئی۔ کانگرس راج کی مسلم کش اصلاحات نے مسلم لیگ کو یہ موقع فراہم کر دیا کہ وہ علی الاعلان علیحدہ اسلامی ریاست کی تشکیل کے لیے مطالبہ کریں۔ چنانچہ ۲۲ مارچ ۱۹۴۰ء کو مسلم لیگ کا تاریخی اجلاس زیرِ صدارت محمد علی جناح منٹو پارک (اقبال پارک) لاہور میں منعقد ہوا، انہوں نے فرمایا:

"اگر حکومتِ برطانیہ چاہتی ہے کہ برِ صغیر کے لوگوں کو امن اور خوشی حاصل ہو تو اس کی صرف یہ ایک صورت ہے کہ ہندوستان کو آزاد قومی مملکتوں میں تقسیم کر کے بڑی اقوام کے لیے قومی وطن قائم کر دیے جائیں۔ کانگرس کا دعویٰ

خواب ہے کہ ہندو اور مسلم کبھی ایک مشترکہ قوم بن سکیں گے۔ نہ آپس میں شادی بیاہ کرتے ہیں اور نہ ایک ساتھ بیٹھ کر کھاتے ہیں۔"

انہوں نے اپنے صدارتی خطبہ میں مسلمانوں کے لیے علیحدہ آزاد وطن کی اہمیت پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:

"قومیت کی ہر تعریف کی رُو سے مسلمان ایک قوم ہیں اور اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کا اپنا وطن، اپنا علاقہ اور اپنی مملکت ہو، ہماری خواہش ہے کہ ہم ایک آزاد اور خود مختار قوم کی حیثیت سے اپنے ہمسایوں کے ساتھ امن و اتحاد سے رہیں اور اپنی روحانی، ثقافتی، اقتصادی اور سیاسی زندگی میں اپنے تصورات اور مزاج کے مطابق بھرپور ترقی کریں۔"

اجلاس کے دوسرے روز ۲۳ مارچ کو مولوی اے کے فضل الحق نے مسلمانوں کے مطالبات پر مبنی ایک تاریخی قرارداد پیش کی، جسے قراردادِ پاکستان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے یعنی:

"اس ملک میں کوئی ایسا آئینی منصوبہ قابلِ عمل اور مسلمانوں کے لیے قابلِ قبول نہیں ہوگا جو مندرجہ ذیل بنیادی اصولوں پر مبنی نہ ہو، یعنی یہ کہ جغرافیائی اعتبار سے متصلہ واحدوں میں ضروری ردّ و بدل کر کے انہیں ایسے خطے بنادیا جائے کہ وہ علاقے جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے جیسا کہ شمالی مغربی اور مشرقی حصوں میں۔ سے یکجا ہو کر ایسی آزاد مملکتیں بن جائیں جن کے ترکیبی واحدے با اختیار اور خود مختار ہوں۔"

مسلم راہنماؤں نے بڑے جوش و خروش، خوشی و مسرت کے جذبات سے اللہ اکبر کے نعرہ ہائے تکبیر کی گونج میں قراردادِ پاکستان کی تائید و حمایت کا اعلان کیا۔ اس قرارداد کے بعد مسلم لیگ کے راہنماؤں نے نظریۂ پاکستان کی تکمیل کے لیے اپنی کوششیں تیز کر دیں۔ محمد علی جناح نے ہندوستان کے وسیع و عریض خطے میں ہنگامی دورے کر کے مسلمانوں کو نظریۂ پاکستان سے روشناس کرایا۔ مسلمانوں کے تمام طبقوں کو باہمی اتحاد، تنظیم اور یقین محکم پر کاربند رہنے کی تلقین کی۔ تاریخ کے اس نازک موڑ پر علماء، بزرگانِ دین، طلباء، اہلِ علم اور خواتین نے آپ کا ساتھ دیا۔ علماء نے ہندوستان بھر کے دورے کیے اور تمام مسلمانوں پر زور دیا کہ وہ اس عظیم مقصد کے لیے کسی قربانی سے دریغ نہ کریں کیونکہ

نئی آزاد اسلامی ریاست میں قرآن و سنت کا نفاذ ہوگا۔ ہر اٹھنے والی تحریک، بھگتی تحریک اپنی موت آپ مر جائے گی۔ اس طرح علماء کی مساعی سے عوام میں آزادی کی لہر دوڑ گئی۔

ادیبوں اور شاعروں نے خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر قوم کو حصول آزادی کے لیے جھنجھوڑا۔ مسلم اخبارات، مسلمان راہنماؤں اور دانشوروں کے خیالات نمایاں طور پر پیش کر کے تحریکِ پاکستان کو آگے بڑھانے میں ممد و معاون ثابت ہوئے۔

جناح صاحب نے مسلمانوں کو منظم و متحد کیا۔ اسلامی ملک کے طلبہ نے آپ کی آواز پر لبیک کہی۔ مطالبہ پاکستان کی حمایت میں شعر پڑھتے ہوئے طلبہ جلوسوں سے حریت کا جذبہ پیدا کیا۔ مسلمان خوشی سے سرشار تھے کہ ہمارا نظام تعلیم قرآن و حدیث پر مبنی ہوگا۔ لارڈ میکالے کی پیشین گوئی کو غلط ثابت کر کے دکھائیں گے۔ خواتین مسلم لیگ نے تحریکِ پاکستان میں اہم کردار ادا کیا۔ مسلمان خواتین میں سیاسی بیداری پیدا کی۔ وہ قیامِ پاکستان کے لیے بے قرار تھیں کہ ان کی عزت و ناموس محفوظ رہے گی۔ کوئی ان کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھے گا۔

مسلمانوں کا قافلہ "پاکستان کا مطلب کیا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کا نعرہ بلند کرتا منزلِ مقصود کی جانب روز بروز بڑھتا رہا۔ خدا سے وعدہ کیا کہ اے اللہ، تو ہمیں زمین عطا کر، ہم تیری زمین میں تیرا بنایا ہوا نظام رائج کریں گے۔ ۱۹۴۵ء کے انتخاب میں تمام مسلمانوں نے نظریۂ پاکستان کے حق میں ووٹ دیا۔ مرکزی و صوبائی نشستوں پر مسلم لیگ کامیاب ہوئی۔ آخر کار کانگرس اور برطانوی حکومت نے تحریکِ پاکستان کے جوش و خروش اور اسلامی تڑپ کو دیکھ کر مسلمانوں کے لیے علیحدہ اسلامی ریاست کے قیام کا مطالبہ تسلیم کر لیا۔

اسلامی مملکت کی تشکیل کے لیے ناگزیر تقاضے:

محمد بن قاسم سے لے کر محمود غزنوی اور اورنگ زیب تک برصغیر میں مسلمان بادشاہوں کی فتوحات کی یادگار، شاہ ولی اللہؒ کی علمی تحریک کا نچوڑ، سید احمد شہیدؒ و شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے عملی جہاد کی بلیش رفت، محمد علی جوہر کی قیادت میں سیاسی بیداری کی لہر کا ساحل، علامہ اقبال کے خواب کی تعبیر، محمد علی جناح کی بے لوث محنت کا ثمر، تحریکِ آزادی میں توحید کے جام سے سرشار اور رسالت کے جاں نثار پروانوں کی ان گنت قربانیوں کی بدولت اللہ ذوالجلال نے ہمیں ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان عنایت فرمایا۔ تقسیمِ ہند کے موقع پر ہندوؤں،

سکھوں اور انگریزوں کی ملی بھگت سے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی گئی جس میں ۵ لاکھ افراد کو شہید کیا گیا۔ ایک لاکھ سے زائد مسلمان خواتین کو اغوا کیا گیا۔ پچاس لاکھ مسلمان مہاجرین بھائیوں نے اپنا گھر بار چھوڑ کر پاکستان میں سکونت اختیار کرنے کا فیصلہ کیا۔ دل میں پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا تصور لے کر راستے کے تمام مسائل و مشکلات کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ سرزمین پاک پر جونہی قدم رکھا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے دربار میں سجدۂ شکر ادا کیا کہ اب اس باغیچہ میں کتاب و سنت کی آبیاری ہوگی۔ ہماری جان و مال کو تحفظ حاصل ہوگا۔ سستا اور جلد انصاف مہیا ہوگا۔ اب کسی کی آبروریزی نہیں ہوگی۔ کوئی طاقتور کسی کمزور پر ہاتھ نہیں اٹھا سکے گا۔ اب ہمارے گلستان میں امن و آشتی کا دور دورہ ہوگا۔ ہمارے معاشرہ سے بے حیائی و عریانی کو ہمیشہ کے لیے دفن کر دیا جائے گا۔ ہمارے چمن میں نئی پود کو تعلیمات اسلامیہ سے روشناس کرایا جائے گا۔ غریبوں پر جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کا غلبہ نہیں ہوگا، ارتکاز دولت کی بجائے گردش دولت ہوگی۔ ہمارا معاشرہ ہندوؤں اور دیگر غیر مسلموں کی سماجی و اخلاقی برائیوں سے پاک صاف ہوگا۔

لیکن افسوس! ہمارے ان مہاجرین بھائیوں کی ان حسرتوں کو حقیقت نہ مل سکی۔ نہ ہمارے بزرگان دین کی علمی، فکری اور عملی کاوشوں کو آج تک عملی جامہ پہنایا گیا۔ آزادی کی خاطر آزاد ملک میں کسی کے مر جانے کی آرزو کا خیال آیا، نہ کسی کے انمول خواب کا احساس کیا گیا نہ کسی کی بے لوث خدمت کو قابل توجہ سمجھا گیا۔ آج تک بعض مفاد پرست عناصر من مانی کرتے رہے۔ وہ بنیادیں جو اسلامی نظریات کی آبیاری کے لیے مختص تھیں۔ غیر اسلامی نظریات کی آماجگاہ بن گئیں۔ صیہونی تحریک سے متاثر افراد نے آزادئ نسواں کے نام پر بے حیائی و فحاشی کو کئی حربوں سے پھیلایا۔ آہ جسمانی طور پر آزاد ہونے کے باوجود ذہنی طور پر ہم آزاد نہ ہو سکے۔ اسلام ذاتی مفاد کی خاطر بطور نعرہ استعمال ہوتا آ رہا ہے، مگر عملی طور پر ہمارے گلستان میں نافذ نہ ہو سکا۔ اب اگر موجودہ حکومت نے اسلامی نظام قائم کرنے کے لیے کئی ایک شعبوں میں اسلامی قوانین کا نفاذ کیا ہے، لیکن اس کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ آخر وہ غیر مؤثر کیوں ثابت ہوئے؟ اسلامی معاشرہ قائم کرنے میں کون سے عوامل رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ یاد رکھیے انتظامیہ کی تطہیر

بیماریوں کا انسداد اور نظام تعلیم میں اسلامی روح پھونکے بغیر اسلامی حکومت ہرگز تشکیل نہیں دی جا سکتی۔

اسلامی حکومت میں عوام کی جان و مال، عزت و ناموس کا تحفظ حکومت کی ذمہ داری ہوتی ہے، لیکن یہ کام مخلص اور بے لوث، ملی جذبہ سے سرشار انتظامیہ کے بغیر ناممکن ہے۔ کہاں سے ڈھونڈیں اس مخلص انتظامیہ کو جو اُن چھنا اُٹھا بھاتے، سادہ کپڑوں کو ترجیح دے اٹھ کر رات کو پہرہ دے کہ کہیں کوئی چور ڈاکو تو نہیں گھس آیا، کوئی بھوکا تو نہیں سو رہا۔ جو قومی مفاد کو ذاتی مفاد پر ترجیح دے۔ قومی اشیاء کو ذاتی کاموں میں استعمال نہ کرے ذمہ داری قبول کرے تو دولت سے مالا مال ہو۔ جب سبکدوش ہو تو تہی دامن ہو۔ ایک طرف ہماری سلف انتظامیہ غریبوں اور مظلوموں کے لیے ہمدرد و غمگسار اور محافظ تھی تو دوسری طرف وُہ ظالموں، ڈاکوؤں، لٹیروں اور غاصبوں کے سروں پر لٹکتی تلوار تھی۔ لوگوں کے مسائل احسن طریق سے حل کرنے میں انہیں عوام کا بھرپور تعاون حاصل تھا۔ ایک جانب داخلی استحکام تھا، دوسری جانب بیرونی ممالک میں ان کا رعب و دبدبہ اس قدر تھا کہ نام سن کر تھر تھر کانپ جاتے تھے۔ — پس ضروری ہے کہ انتظامیہ کو اسلامی خطوط پر استوار کیا جائے۔ اگر ایسا ہو جائے تو آج بھی وُہ مؤثر کردار ادا کر سکتی ہے۔ انتظامیہ کی اصلاح کے لیے چند تجاویز حاضر ہیں، انہیں عملی جامہ پہنا کر اسلامی برکات سے مستفید ہوں۔

۱۔ پاکستان میں اسلامی نظام کی عملداری نہ ہو سکنے کی سب سے اہم وجہ غیر مسلموں کی اعلیٰ آسامیوں پر تعیناتی ہے۔ ان کی وفاداریاں پاکستان کی بجائے اپنے مذہبی پیشوا روؤں کے ٹھکانوں سے ہیں۔ ان تمام غیر مسلموں کو اعلیٰ ملازمتوں سے برطرف کیا جائے کیونکہ پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے سیکولر نہیں۔

۲۔ ادنیٰ ملازمت کے حصول کے لیے قرآن خوانی اور اعلیٰ ملازمت کے لیے قرآن فہمی کو انٹرویو میں شامل کیا جائے۔

۳۔ سرکاری و نیم سرکاری ملازمین کو نماز کی تبلیغ کی جائے۔ غفلت کی صورت میں سختی سے نوٹس لیا جائے جو دوسروں کے لیے باعث عبرت ہو۔

۴۔ سرکاری دفاتر اور اداروں میں علی الصبح قرآن مجید کی آیات و احادیث مبارکہ

باترجمہ مشترکہ طور پر پڑھنے پڑھانے کا انتظام ہو تاکہ سرکاری مشینری میں خدا خوفی اور اطاعتِ رسولؐ کا جذبہ پیدا ہو اور وہ خوش اسلوبی سے فرائض سرانجام دے سکیں۔

۵۔ ادنیٰ و اعلیٰ ملازمین کو کم از کم ایک ماہ کے لیے دینی تعلیم و تربیت دی جائے۔ جہاں وہ نماز پنجگانہ ادا کریں، جہاں قرآن و حدیث کی روشنی میں عقائد، اخلاقیات، فرض شناسی اور احوالِ قیامت پر روشنی ڈالی جائے۔ حقوق اللہ و حقوق العباد پر سختی سے کاربند رہنے کی تربیت دی جائے۔ کامیاب ہونے والوں کو اسناد جاری کی جائیں۔

۶۔ روئی کے کپڑے سے تیار شدہ قومی لباس کی پابندی تمام ملازمین کے لیے لازمی قرار دی جائے تاکہ اونچ نیچ کا امتیاز ختم ہو جائے اور سب کے دل میں محبِ وطن پاکستانی ہونے کا احساس پیدا ہو۔

۷۔ انتظامیہ اور عدلیہ کی ہم آہنگی سے عدل و انصاف کا معیار برقرار نہیں رہا۔ بلکہ من مانی کارروائیاں اور آمریت جنم لیتی ہے، اس لیے عدلیہ کو انتظامیہ سے علیحدہ کیا جائے۔

۸۔ قوم کے محافظوں تک پہنچنے کے لیے کسی قسم کی رکاوٹ نہ ہو۔ خواہ دوسروں پر جھوٹے الزام لگانے والوں اور ان کے معاونین کا قلع قمع ہو تاکہ ہر امیر و غریب کی فریاد کو سن کر مناسب کارروائی کی جا سکے۔

۹۔ وسیع و عریض، بلند و بالا سرکاری رہائش گاہوں میں فلاحی و رفاعی ادارے قائم کیے جائیں۔ کم سے کم سرکاری خرچ پر دفاتر اور بلا امتیاز ملازمین کی رہائش کا بندوبست کیا جائے۔

۱۰۔ تمام ملازمین کے بنیادی لوازمات ایک جیسے ہوں۔ ادنیٰ و اعلیٰ ملازمتوں کی تنخواہوں میں وسیع فرق کو مٹایا جائے۔ نیز محکمہ امن عامہ کی اہم ذمہ داری کو مدِنظر رکھتے ہوئے انہیں معاشی فکر سے آزاد کیا جائے تاکہ علاقہ کے بااثر اور سرکردہ افراد کی ہر قسم کی مراعات اور موسمی فصلانہ کو بالائے طاق رکھ کر حق و انصاف کے تقاضے مساوی طور پر سرانجام دے سکیں۔

۱۱۔ انتظامیہ بعض اوقات ناگزیر وجوہات کی بناء پر چوری، ڈکیتی اور قتل کے کیسوں میں اصل حقائق سے بے خبر رہتی ہے۔ اگر انتظامیہ مقتول کے ملزموں پر عدالت سے

فردِ جرم ثابت نہیں کرا سکتی تو عدلیہ انہیں باعزت بری کر دیتی ہے۔ اگرچہ وہ بے گناہ سہی مگر انتظامیہ کا فرض ہے کہ اس کے اصل قاتلوں کا سراغ لگا کر عدالت سے سزا دلوائے۔ بایں وجہ محکمہ سراغ رسانی کو وسیع کیا جائے۔ اس میں بے لوث، مخلص اور دیانتدار افراد کو بھرتی کیا جائے، جو ہر تھانہ کی سطح پر متعین کیے جائیں، کاروباری بھیس بنا کر علاقہ کی جائے واردات پر پہنچ کر چھان بین کرنے کے بعد اصل حقائق کی رپورٹ تیار کریں۔

۱۲۔ نمبرداری سسٹم میں مناسب اصلاحات کی جائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کو تنبیہ کی جائے کہ علاقہ میں ہونے والے تمام واقعات کی حقیقت پر مبنی رپورٹ باقاعدگی سے تھانہ تک پہنچائیں۔ غلط رپورٹ پر سزا اور بہترین کارکردگی پر انعام سے نوازا جائے۔

۱۳۔ محکمہ سراغ رسانی میں سے کم از کم اہم انتظامی محکموں میں مخلص جاسوس تعینات کیے جائیں۔ کام میں تساہل، رشوت، غبن اور دیگر بدعنوانیوں کی فوراً نشاندہی کر سکیں۔ اس میں مرتکب افراد کو سزا دی جائے۔ خورد برد کے الزام میں جسمانی سزا کے علاوہ جائداد ضبط کی جائے۔

۱۴۔ ضلعی، صوبائی، مرکزی حکام بلا اطلاع اپنے حلقوں میں چھاپہ مار کر دفتر یا ادارہ کی کارکردگی کا جائزہ لے سکتے ہیں۔

ان پر عمل درآمد کرنے سے شہرت کے دلدادہ، دولت کے حریص، سیر و سیاحت کے شائق اپنی عادات و خصائل کو ترک کر دیں گے۔ وہ ان مناسب اصلاحات کے بعد پوری لگن، جذبہ، ولولہ سے سرشار ہو کر محبِ وطن فرض شناس بن جائیں گے۔

اب میں ان اخلاقی و روحانی بیماریوں کی نشاندہی کرتا ہوں جو ہمارے معاشرہ کو گھن کی طرح چاٹ رہی ہیں۔ آزادیٔ نسواں کے نام پر اخلاقی بے راہروی، عریانی و فحاشی نے ہمارے معاشرہ کا مزاج بگاڑ دیا ہے۔ عورتوں کا خرید و فروخت کی چیزوں پر ڈیرا جمانا، ہر قسم کے اشتہار، سائن بورڈ پر براجمان ہونا، فلموں، تھیٹروں، ہوٹلوں اور ثقافت کے نام پر آرٹ کونسل میں عورتوں کا ناچنا اور رقص کرنا، کیا یہ اسلامی روایات ہیں؟ اگر نہیں تو ان کو ختم کرنا کیا عوام کے بس کی بات ہے؟ واضح کر دوں کہ آزادیٔ نسواں اور تفریح کے نام پر جنسی محرک عناصر کو ختم کیے بغیر اسلامی معاشرہ قائم کرنا ریت پر

امکان ثابت ہوگا۔ اگر یک بارگی نہیں تو مرحلہ وار ختم کرنے کے لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ:

۱۔ سال میں عاشورہ کی طرح رمضان المبارک اور ہفتہ میں جمعۃ المبارک کو سینما ہال مکمل طور پر بند رکھے جائیں۔ اس کے علاوہ دن میں کسی قسم کا اسپیشل شو چلانے کی اجازت نہ دی جائے۔

۲۔ تعلیمی، تاریخی، معلوماتی اور قومی موضوعات پر مبنی سنسر بورڈ ایک ماہ میں صرف دو فلمیں ریلیز کرنے کی اجازت دے۔

۳۔ فلموں تھیٹروں، کلبوں، ہوٹلوں اور ثقافتی میلوں میں عورتوں کے رقص کرنے پر پابندی لگائی جائے۔ غیر ملکی بیہودہ فلموں اور ثقافتی طائفوں کو ملک میں فن کا مظاہرہ کرنے کی اجازت نہ دی جائے اور نہ ہی اپنے ملک پاکستان سے فحش فلموں اور نام نہاد ثقافتی وفود کو بیرونی ممالک میں بھیجا جائے۔

۴۔ ذرائع ابلاغ سے فلموں کی تشہیر اور مخصوص پروگرام دینے پر پابندی لگائی جائے۔

۵۔ ریڈیو، ٹی۔وی پر عورتوں کی بجائے مردوں کو اناؤنسر مقرر کیا جائے۔

۶۔ فلمی گانوں کی بجائے حمد و نعت، ملی نغموں، عارفانہ و مجاہدانہ کلام اور اقبالیات کو زیادہ سے زیادہ پیش کیا جائے۔

۷۔ اشتہاری ٹیلر، سائن بورڈ اور اخبارات میں عورتوں کو ماڈل گرل پیش کرنے والے اداروں اور کمپنیوں کو بھاری جرمانہ کیا جائے۔ دوکانداروں کو زیورات یا کپڑوں کی نمائش کے لیے عورتوں کے مجسمے بنا کر سجانے پر پابندی لگائی جائے۔

۸۔ عورتوں اور مردوں کے مخلوط دفتری نظام کو ختم کیا جائے۔

۹۔ بدنام پیشہ ور عورتوں سے معاشرہ کو نجات دلائی جائے۔

۱۰۔ ذرائع مواصلات میں ٹیپ ریکارڈ کے استعمال کی سختی سے روک تھام کی جائے۔

تعلیمی اصلاحات:

ہر قوم نظریاتی سرحدوں کی حفاظت اور اپنے نظریہ کی اشاعت کے لیے سب شعبوں سے بڑھ کر تعلیم پر توجہ دیتی ہے۔ اسی اصول کے تحت لارڈ میکالے نے ہندوستان میں سامراجی نظام کو مضبوط کرنے کے لیے اور ہندوستانی قوم کو مستقل طور پر غلام بنانے

کے لیے تعلیمی پالیسی تشکیل دی جس سے مسلمان ایثار، قربانی، جرأت، بہادری، ہمت اور شجاعت جیسی صفات سے محروم ہو گئے۔ میکالے نے ولیم بینٹنگ کے عہد میں پیشن گوئی کی تھی:

Indians in blood and colour but English in taste, opinions, word and intellect.

رنگ اور نسل کے اعتبار سے تو دیسی ہوں گے لیکن ذہن، آرام اور سوچ و فکر کے لحاظ سے انگریز ہوں گے ـــــ چنانچہ آج ۳۶ سال گزرنے کے باوجود پاکستان میں نظام تعلیم کو مکمل طور پر اسلامی رنگ میں نہ ڈھالا جا سکا۔

قرآن و حدیث کی تعلیم حاصل کرنا صرف گوشہ نشین بچوں کا فرض نہیں ہے۔ اور کالجوں، یونیورسٹیوں میں رواجی تعلیم حاصل کرنا اعلیٰ گھرانے کے بچوں کا حق نہیں ہے۔ دینی و رواجی تعلیم کو باہم مربوط کرنے سے ملک کی فلاح و ترقی کے لیے دونوں طبقوں کی خصوصی فطری صلاحیتوں سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

اسلام سے غیر وابستگی، ترقیاتی منصوبوں کی ناکامی ـــــ جمہور کے شعور کی کمی، نا اہل آدمیوں کی فکر پر اندھی تقلید کا سبب صرف اور صرف تعلیم کی کمی ہے۔ ہمارے ملک میں خواندگی کا تناسب دوسرے ملکوں کی نسبت بہت کم ہے۔ ایک قوم کی زندگی کا انحصار اس کی تعلیم پر ہے۔ ایک چینی کہاوت اس بات کی کتنی عکاسی کرتی ہے۔

"تمہارا منصوبہ اگر سال بھر کے لیے ہے تو فصل کاشت کرو، دس سال کا ہے تو درخت اگاؤ، دائمی ہے تو افراد پیدا کرو"

تعلیم بالغاں کی کوشش کے باوجود تعلیمی خواندگی کے تناسب میں اضافہ نہ ہو سکا۔ کیونکہ نئی پود بدستور تعلیم سے بے بہرہ ہو کر پروان چڑھ رہی ہے۔ اس کا واحد علاج یہ ہے کہ کم از کم لڑکوں میں پرائمری جماعت تک تعلیم حاصل کرنا لازمی قرار دیا جائے تاکہ پروان چڑھ کر ملی، قومی، عالمی مسائل سے آگاہ ہو سکیں اور اپنی خدمات اور صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں۔ اور دوسری طرف دینی کتب و رسائل پڑھنے کے قابل ہو جائیں، حقوق اللہ اور حقوق العباد سے آگاہ ہو جائے۔

تعلیم عام کرنے اور اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لیے ضرورت ان اقدامات پر عمل درآمد کی ہے۔

۱۔ بارباتی اداروں کے ممبران پرائمری جماعت تک تعلیم عام کرنے میں مؤثر کردار ادا کر سکتے ہیں۔ وہ اپنے اپنے حلقوں میں چھ سال سے دس سال تک کے بچوں کو ان کے والدین کے تعاون سے ترغیب دے کر اسکولوں میں داخل کرائیں۔ والدین بچوں کو اسکولوں میں داخل کرانے کے بعد رپورٹ یونین کونسلوں میں درج کرائیں۔ ممبران غریب بچوں کی کتابیں، کپڑے، زکوٰۃ کمیٹی کی مدد سے مہیا کر سکتے ہیں۔ تندرست و توانا بچوں کو اسکولوں میں داخل نہ کرانے والوں کے خلاف ہلکی سی تادیبی کارروائی کی جائے۔ جس طرح پیداوار بڑھانے اور آبپاشی کی بہترین تعمیر پر انعام دیا جاتا ہے۔ اسی طرح یونین کونسل سے لے کر ضلع کونسل تک اپنے علاقے میں خواندگی کا تناسب فی صد بڑھانے والے ممبران کو انعام دے کر حوصلہ افزائی کی جائے۔

۲۔ مخلوط نظام تعلیم کو ختم کیا جائے۔ آسائش و آرائش کے سامان پر زرِ مبادلہ خرچ کرنے کی بجائے عورتوں کے لیے الگ یونیورسٹیوں کا قیام کیا جائے تاکہ آوارہ گردی، فیشن پرستی اور ذہنی پراگندگی ختم کی جائے۔

۳۔ خواتین کے لیے الگ نظام تعلیم ہو جو غیر ضروری مضامین سے پاک ہو۔ تاریخ میں ان بہادر ماؤں، بہنوں کے حالات زندگی اور کردار و کارناموں پر روشنی ڈالی جائے جنھوں نے خود بڑھ چڑھ کر اسلام کی خدمت کی یا جن کی تربیت سے ان کے سپوتوں نے تاریخ کا رخ موڑ دیا۔ تاکہ اسی جذبہ سے سرشار ہو کر آج کی عورتیں اپنے بچوں کی تربیت کر سکیں۔ دینیات میں عقائد و عبادات کے علاوہ اسلامی تہذیب نسواں پر روشنی ڈالی جائے۔

۴۔ انگلش کو تعلیم کے تمام درجوں میں اختیاری کر دیا جائے تاکہ قوم کا وہ طبقہ جو اس زبان سے عدم دلچسپی رکھتا ہے یا اس پر عبور حاصل نہیں کر سکتا لیکن دوسرے علوم میں اس کی قابلیت مسلّم ہوتی ہے۔ انگریزی میں ناکام ہونے کی بناء پر اس کی فطری صلاحیتوں سے ملک محروم نہ رہے۔ اس میں حرج نہیں کہ اہم (خارجہ) محکموں میں بھرتی کے لیے انگریزی قابلیت کی شرط کو شامل کر لیا جائے۔

۵۔ اساتذہ کو خصوصی مراعات و الاؤنس مہیا کیے جائیں تاکہ ملک کا فرسٹ ڈویژن ذہین طبقہ اس محکمہ میں خوشی سے شامل ہو۔ اسلامی تعلیم و تزکیہ نفس کے لیے اساتذہ کو ریفریشر کورس

کرایا جائے۔

تعلیم کو اسلامی سانچہ میں ڈھالنے کے لیے قادرِ مطلق، رب العالمین اور شہنشاہ بزرگ و برتر اللہ تعالیٰ کا کلام اور رہبر انسانیت، امامِ کائنات، مصلح معاشرہ خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان اطہر و اقدس سے بکھرے ہوئے موتی زبان زدِ عام تقسیم کریں۔ ہر دو قرآن و حدیث کے ترجمہ و مفہوم کو نئی نسل کے دلوں کی گہرائی تک پہنچائیں جس سے نئی پود میں اسلام کی برتری کا احساس پیدا ہوگا۔ خدا کی وحدانیت اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رہبر کامل ہونے پر پختہ ایمان نصیب ہوگا۔ صوبوں میں یگانگت کی فضا برقرار رہے گی۔ ایک ایسا اسلامی معاشرہ قائم ہوگا جس پر کوئی دوسرا نظریہ اثر انداز نہ ہو سکے گا۔ مختلف مکاتبِ فکر میں ہم آہنگی پیدا ہوگی۔

۶۔ برطانوی دورِ اقتدار سے قبل مساجد ہی دینی و دنیوی تعلیم و تربیت کا مرکز تھیں۔ الحمدللہ کہ موجودہ حکومت نے مساجد میں آزمائشی مکتب سکیم کا اہتمام کیا ہے ان شاءاللہ یہ سکیم تعلیم عام کرنے کے علاوہ اسلامی معاشرہ قائم کرنے میں محرک و معاون ثابت ہوگی۔ البتہ اللہ ذوالجلال کے مقدس کلام کی تعلیم دینے والوں کو مبلغ ۱۵۰ روپیہ وظیفہ دینا، روزافزوں مہنگائی کے دور میں ناانصافی ہے۔ وفاقی و صوبائی حکومتوں کے زیر اہتمام تمام پرائمری سکولوں میں ناظرہ قرآن حکیم پڑھانے کے لیے ایک آسامی متعین کر دی جائے۔ جس کی تقرری کے لیے "حافظِ قرآن" کو تعلیمی قابلیت کا بنیادی معیار قرار دیا جائے۔ فاضلِ عربی کو فوقیت دی جائے۔ ورہ آسامی کے لیے دو دو سال کے وقفہ کے بعد بالترتیب مڈل اور میٹرک پاس ہونا لازمی قرار دیا جائے۔ حافظ قرآن کی تنخواہ کم از کم پی ٹی سی گریڈ کے برابر ہو۔ جو لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابدی معجزہ عظیم کو مسلسل محنت سے اپنے سینوں میں محفوظ کرتے ہیں وہ ہرگز پی۔ٹی۔سی گریڈ سے کم تنخواہ لینے کے مستحق نہیں۔ تمام پرائمری سکولوں میں تیس لڑکوں کے حساب سے ایک ایک پی۔ٹی۔سی کی آسامی متعین کی جائے، زائد آسامیوں کو وقتی طور پر ختم کرکے حافظِ قرآن کی تعیناتی میں مالی مشکلات میں حتی المقدور کمی کی جائے۔ وفاقی، صوبائی پبلک، کینٹ، نجی اور مشنری سکولوں میں ناظرہ قرآنِ پاک کو مسلمان بچوں کے لیے مڈل کے امتحان میں کامیاب ہونے کے لیے لازمی قرار دیا جائے۔ میٹرک کے امتحان میں اسلامیات لازمی سے بیس نمبر لے کر

بطورِ اعادہ ناظرہ قرآن کا امتحان لیا جائے۔

عربی زبان کی تعلیم عام کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے، تاکہ قرآن مجید اور احادیث رسولِ مقبولؐ کو پڑھنے سمجھنے میں پاکستان کے کسی شہری کو دقت کا سامنا نہ ہو۔ حکومت نے ارتقائی اندازِ عمل سے چھٹی سے بارہویں جماعت تک عربی تعلیم لازمی قرار دی ہے، جو بڑا قابلِ تحسین قدم ہے لیکن چھ سال تک ایف۔اے پاس کرنے والے بدستور عربی زبان سے نابلد رہیں گے۔ اگر چھٹی سے بارہویں جماعت تک عربی زبان کے کورس کو چھ یونٹوں میں منقسم کر دیں۔ پہلے سال یونٹ ۱ چھٹی سے بارھویں تک کے تمام لڑکوں کو شروع کرایا جاتے، پھر ہر نئے تعلیمی سال کے آغاز پر مذکورہ بالا لڑکوں کے نصاب میں دوسرا یونٹ شامل کر دیا جائے تو اس طرح بیک وقت زیرِ تعلیم تمام طلباء عربی زبان سے روشناس ہو جائیں گے۔

۸۔ میٹرک سے ایم۔اے تک آٹھ سالوں میں قرآن حکیم کا ترجمہ شاملِ نصاب کیا جاتے۔ ہر امتحان میں کامیاب ہونا لازمی ہو۔ تاکہ سائنس، فلکیات، جغرافیہ، معاشیات، فلسفہ، طب، سیاسیات، ریاضیات، عمرانیات اور نفسیات میں ایم۔اے کرنے کے ساتھ ساتھ ہر طالب علم اسلامی نقطۂ نظر سے اپنے اپنے مرتبہ میں ریسرچ کر سکے۔ مغرب کے مفکروں کے اسلام پر کیے گئے نازیبا، ناروا اعتراضات کا مدلل جواب دے سکیں۔

۹۔ تعلیمی اداروں کے تمام شعبوں میں فضائلِ ارکانِ اسلام، اخلاق و آداب، احوالِ قیامت اور حالتِ قبر سے متعلقہ احادیث کی تعلیم لازمی قرار دی جائے۔

۱۰۔ اسلام سے متصادم مضامین کو ختم کیا جاتے۔ اسلامیات یعنی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ، صحابہ کرامؓ کے حالاتِ زندگی، اسلامی تاریخ اور افکار پر مفصل عنوانات شاملِ نصاب ہوں۔　　وما علینا الا البلاغ!